وینکیا صاحب، جنھوں نے اپنی پوری زندگی بھارت کی خدمت میں کھپادی

وہ تمام لوگ جنھوں نے وینکیا صاحب کو بولتے ہوئے سنا ہے ان کی تقریری صلاحیتوں کی تصدیق کریں گے۔ وہ یقینی طور پر الفاظ کے جادو گر ہیں لیکن وہ ایک سرگرم کارکن بھی ہیں۔ ایک نوجوان ایم ایل اے کے طور پر اپنے انتخاب کے دنوں سے ہی، قانون سازی کے معاملات میں سختی اور اپنے حلقے کے لوگوں کے لیے بات کرنے کے لیے انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ این ٹی آر جیسے قد آور رہنما نے ان کی صلاحیتوں کو پھچانا اور یھاں تک کہ انھیں اپنی پارٹی میں شامل کرنا چاھا لیکن وینکیا صاحب نے اپنے بنیادی نظریے سے انحراف کرنے سے انکار کردیا۔

نریندر مودی، وزیراعظم ہند

آج ہندوستان کے سابق نائب صدر اور قابل احترام سیاست داں جناب ایم وینکیا نائیڈو صاحب 75 برس کے ہو گئے۔ میں ان کی طویل اور صحت مند زندگی کے لیے دعا گو ہوں اور ان کے تمام خیر خواہوں اور حامیوں کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ یہ ایک ایسے رہنما کا جشن منانے کا موقع ہے، جس کی زندگی کا سفر لگن، موافقت اور عوامی خدمت کے لیے غیر متزلزل وابستگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ سیاسی میدان میں اپنے ابتدائی دنوں سے لے کر نائب صدر کے طور پر خدمت انجام دینے تک، وینکیا صاحب کا کیریئر ہندوستانی سیاست کی پیچیدگیوں کو آسانی اور عاجزی کے ساتھ سمجھنے کی ان کی منفرد صلاحیت کی مثال ہے۔ ان کی فصاحت، بلاغت اور ترقیاتی امور پر ثابت قدمی کی وجہ سے سبھی پارٹیاں ان کا احترام کرتی ہیں۔

وینکیا صاحب اور میں کئی دہائیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں۔ ہم نے ساتھ کام کیا ہے اور میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا بھی ہے۔ ان کی زندگی میں اگر کوئی چیز مشترک رہی ہے تو وہ ہے لوگوں سے محبت۔ سرگرمی اور سیاست کے ساتھ ان کا تعلق آندھرا پردیش میں ایک طالب علم رہنما کے طور پر طلبہ کی سیاست سے شروع ہوا۔ ان کی قابلیت، تقریری اور تنظیمی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے ان کا کسی بھی سیاسی پارٹی میں خیر مقدم کیا جاتا، لیکن انھوں نے سنگھ پریوار کے ساتھ کام کرنے کو ترجیح دی کیونکہ وہ نیشن فرسٹ کے وژن سے متاثر تھے۔ وہ آر ایس ایس، اے بی وی پی سے وابستہ رہے اور پھر جن سنگھ اور بی جے پی کو مضبوط کرنے کا کام کیا۔

تقریباً 50 سال قبل جب ایمرجنسی نافذ کی گئی تھی، نوجوان وینکیا صاحب نے خود کو ایمرجنسی مخالف تحریک میں جھونک دیا تھا۔ انہیں جیل بھی جانا پڑا اور وہ بھی لوک نائک جے پی کو آندھرا پردیش مدعو کرنے کی وجہ سے۔ جمہوریت سے وابستگی ان کے سیاسی کیریئر میں بار بار دیکھنے کو ملے گی۔ 1980 کی دہائی کے وسط میں، جب عظیم این ٹی آر کی حکومت کو کانگریس نے غیر رسمی طور پر برخاست کر دیا تھا، وہ ایک بار پھر جمہوری اصولوں کے تحفظ کے لیے تحریک میں سب سے آگے تھے۔

وینکیا صاحب ہمیشہ سے ہی انتہائی خطرناک لہروں کے بیچ تیراکی کرنے میں ماہر رہے ہیں۔ 1978 میں، آندھرا پردیش نے کانگریس کو ووٹ دیا لیکن انھوں نے اس رجحان کو شکست دی اور ایک نوجوان ایم ایل اے کے طور پر منتخب ہوئے۔ پانچ سال بعد، جب این ٹی آر کی سونامی نے ریاست کو اپنی زد میں لے لیا، وہ بی جے پی ایم ایل اے کے طور پر منتخب ہوئے، اس طرح ریاست بھر میں بی جے پی کی ترقی کی راہ ہموار ہوئی۔

وہ تمام لوگ جنھوں نے وینکیا صاحب کو بولتے ہوئے سنا ہے ان کی تقریری صلاحیتوں کی تصدیق کریں گے۔ وہ یقینی طور پر الفاظ کے جادو گر ہیں لیکن وہ ایک سرگرم کارکن بھی ہیں۔ ایک نوجوان ایم ایل اے کے طور پر اپنے دنوں سے ہی، قانون سازی کے معاملات میں سختی اور اپنے حلقے کے لوگوں کے لیے بات کرنے کے لیے انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ این ٹی آر جیسے قد آور رہنما نے ان کی صلاحیتوں کو پہچانا اور یہاں تک کہ انہیں اپنی پارٹی میں شامل کرنا چاہا لیکن وینکیا صاحب نے اپنے بنیادی نظریے سے انحراف کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے آندھرا پردیش میں بی جے پی کو مضبوط کرنے، گاؤں میں جا کر زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ انہوں نے اسمبلی میں پارٹی کی قیادت کی اور ان کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے پارٹی نے آگے بڑھایا اور وہ ایک دن آندھرا پردیش بی جے پی کے صدر بھی بن گئے۔

Celebrating
bharat

1990 کی دہائی میں بی جے پی کی مرکزی قیادت نے وینکیا صاحب کی کوششوں پر دھیان دیا اور اس طرح 1993 میں قومی سیاست میں ان کے دور کا آغاز ہوا جب انہیں پارٹی کا آل انڈیا جنرل سکریٹری مقرر کیا گیا۔ یہ واقعی میں ایک ایسے شخص کے لیے ایک قابل ذکر لمحہ تھا، جو ایک نوجوان کے طور پر اٹل جی اور اڈوانی جی کے دوروں کا اعلان کرتا رہتا تھا، اور اب براہ راست ان کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ جنرل سکریٹری کے طور پر، ان کی توجہ اس بات پر تھی کہ کس طرح ہماری پارٹی کو اقتدار میں لایا جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ملک کو بی جے پی کا پہلا وزیراعظم ملے۔ دہلی منتقل ہونے کے بعد، انہوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور وہ پارٹی کے قومی صدر بن گئے۔

سنہ 2000 میں، جب اٹل جی وینکیا صاحب کو وزیر کے طور پر حکومت میں شامل کرنے کے خواہاں تھے، وینکیا صاحب نے فوری طور پر دیہی ترقی کی وزارت کے لیے اپنی ترجیحات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اٹل جی سمیت سبھی کو حیران کر دیا۔ آخر کار، یہاں ایک ایسا رہنما تھا جس سے پوچھا جا رہا تھا کہ وہ کون سا قلمدان چاہتے ہیں اور ان کی پہلی پسند دیہی ترقی تھی۔ وینکیا صاحب بالکل واضح تھے - وہ کسان پتر تھے، انہوں نے اپنے ابتدائی دن گاؤں - دیہات میں گزارے تھے اور اس طرح، اگر کوئی ایسا علاقہ تھا جس میں وہ کام کرنا چاہتے تھے، تو وہ دیہی ترقی تھی۔ بحیثیت وزیر، وہ 'پردھان منتری گرامین سڑک یوجنا' کے تصور اور اس کے آغاز کے ساتھ قریب سے وابستہ تھے۔ برسوں بعد، جب 2014 کی این ڈی اے حکومت نے اقتدار سنبھالا، تو انہوں نے شہری ترقی، رہائش اور شہری غربت کے خاتمے کے اہم محکموں کو سنبھالا۔ ان کے دور میں ہی ہم نے سوچھ بھارت مشن اور شہری ترقی سے متعلق اہم اسکیمیں شروع کیں۔ شاید، وہ ان واحد رہنماؤں میں سے ایک ہیں جنھوں نے اتنے وسیع عرصے تک دیہی اور شہری ترقی کے لیے کام کیا۔

جب میں 2014 میں دہلی آیا تھا تو میں قومی راجدھانی کے لیے ایک باہر کا آدمی تھا، جو گزشتہ ڈیڑھ دہائی سے گجرات میں کام کر رہا تھا۔ ایسے وقت میں وینکیا صاحب کی سوجھ بوجھ کام آئی۔ وہ ایک مؤثر پارلیمانی امور کے وزیر تھے۔ وہ دوطرفہ تعلقات کے جوہر کو جانتے تھے لیکن ساتھ ہی انہوں نے پارلیمانی اصولوں اور قواعد کے تعلق سے ایک لکیر کھینچ دی تھی۔

سنہ 2017 میں، ہمارے اتحاد نے انہیں ہمارے نائب صدر کے امیدوار کے طور پر نامزد کیا۔ اس وقت ہمیں ایک پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم سوچ رہے تھے کہ وینکیا صاحب کی جگہ کو بھرنا ناممکن ہوگا، لیکن ساتھ ہی، ہم یہ بھی جانتے تھے کہ نائب صدر کے عہدے کے لیے ان سے بہتر کوئی امیدوار نہیں ہے۔ وزیر اور رکن پارلیمنٹ کے عہدے سے استعفیٰ دیتے وقت انہوں نے جو تقریر کی تھی میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ پارٹی کے ساتھ اپنی وابستگی اور اس کی تعمیر کی کوششوں کو یاد کرتے ہوئے وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکے۔ اس سے ان کی گہری وابستگی اور جذبے کی جھلک نظر آئی۔ نائب صدر بننے کے بعد انہوں نے مختلف اقدامات کیے جس سے اس عہدے کے وقار میں بھی اضافہ ہوا۔ وہ راجیہ سبھا کے ایک شاندار چیئر پرسن تھے جو اس بات کو یقینی بناتے تھے کہ نوجوان ممبران پارلیمنٹ، خواتین ممبران پارلیمنٹ اور پہلی بار منتخب ہونے والے ممبران پارلیمنٹ کو بولنے کا موقع ملے۔ انہوں نے حاضری پر بہت زور دیا، کمیٹیوں کو مزید مؤثر بنایا اور ایوان میں بحث کی سطح کو بھی بلند کیا۔

جب آرٹیکل 370 اور 35(A) کو ہٹانے کا فیصلہ راجیہ سبھا کے روبرو رکھا گیا تو وینکیا صاحب ہی چیئر پرسن تھے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ان کے لیے بہت ہی جذباتی لمحہ تھا۔ وہ نوجوان لڑکا جو ڈاکٹر شیاما پرساد مکھرجی کے متحدہ ہندوستان کے خواب کو پورا کرنا چاہتا تھا وہ اس وقت کرسی پر تھا جب یہ خواب آخر کار پورا ہوا۔

کام اور سیاست کے علاوہ، وینکیا صاحب ایک شوقین قاری اور مصنف بھی ہیں۔ دہلی کے لوگوں کے لیے وہ ایک ایسے شخص کے طور پر جانے جاتے ہیں جو شہر میں شاندار تیلگو ثقافت کو لے کر آئے۔ ان کے اوگادی اور سنکرانتی پروگرام واضح طور پر شہر میں سب سے زیادہ پسند کیے جانے والے اجتماعات میں شامل ہیں۔ میں نے ہمیشہ وینکیا صاحب کو ایسے شخص کے طور پر جانا ہے جو کھانے کے شوقین ہیں اور لوگوں کی میزبانی بھی کرتے ہیں لیکن حال ہی میں، ان کا خود پر کنٹرول بھی سب کو نظر آنے لگا ہے۔ صحت کے تئیں ان کی وابستگی اس بات سے نظر آتی ہے کہ وہ اب بھی بیڈمنٹن کھیلتے ہیں اور تیز چہل قدمی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

نائب صدر کے عہدے کے بعد بھی وینکیا صاحب نے ایک فعال عوامی زندگی گزاری ہے۔ جن مسائل کے بارے میں وہ پرجوش ہیں یا ملک بھر میں ہونے والی مختلف پیش رفتوں کے بارے میں وہ مجھے فون کرتے ہیں اور مجھ سے اس کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ میں ان سے حال ہی میں اس وقت ملا تھا جب ہماری حکومت تیسری بار اقتدار میں لوٹی تھی۔ وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھے اور ہماری ٹیم کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ میں اس سنگ میل کے لیے ایک بار پھر انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ نوجوان کارکن، منتخب نمائندے اور وہ تمام لوگ جو خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں ان کی زندگی سے سیکھیں گے اور ان اقدار کو اپنائیں گے۔ ان کے جیسے لوگ ہی ہمارے ملک کو بہتر اور متحرک بناتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات

ڈاکٹر ریحان اختر قاسمی

ابتدائے آفرینش سے سنت الہیہ جاری ہے کہ جب بھی اس خاک دانِ گیتی پر شرک کی گھنگھور گھٹا چھائی، الحاد و بے دینی کا دور دورہ ہوتو اللہ رب العزت نے اپنے ایسے مقرب اور برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا جنھوں نے کفر وشرک کی دھجیاں اڑادیں اور الحاد و بے دینی کی جگہ کلمۂ توحید بلند فرما کر ظلمت سے عالم کو بقعۂ نور بنا دیا۔ ان مقدس اور برگزیدہ ہستیوں میں انبیاء و رسل علیہم السلام کی معصوم ذاتیں ہیں۔ جو حسب تقاضا مبعوث ہوئے لیکن جب باب نبوت و رسالت پر آہنی قفل ڈال دیا گیا اور کفر وشرک، الحاد بے دینی نے سر اٹھایا تو حضرات صحابۂ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور فقہائے کرام ایسے لوگوں کی سرکوبی فرماتے رہے۔

انیسویں صدی اپنے نصف مراحل طے کر چکی تھی۔ سرزمین ہند سانح کناں اور غمکسار تھی۔ اس کی فضائے بسیط میں آہ دفغاں کے نالے بلند تھے۔ ذرہ ذرہ رحمت باری کا منتظر شمال وجنوب کا کونہ کونہ سسک رہا تھا۔ مشرق ومغرب کا گوشہ گوشہ سوگوار تھا۔ ایسی ہولناک فضا میں حق پرستوں کی صدائے حق رنگ لائی اور آفتاب افق بریلی نمودار ہوا اور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فقیہ المثال فقیہ مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ۱۰؍شوال المکرّم ۲۷۲ا؁ھ روز شنبہ بوقت ظہر مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶؁ء کو مطلع شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

حصول علم: فاضل بریلوی نے اپنی ذکات کی بنا پر ۱۳؍سال ۱۰؍مہینے اور پانچ دن میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔

مفتیانہ اور فقہیانہ خدمات

فتویٰ نویسی: علوم عربیہ سے فراغت کے بعد ہی آپ کے والد ماجد مولانا تقی علی خان علیہ الرحمہ نے افتا کی ذمہ داری آپ کو تفویض کردی اور اس چھوٹی سے عمر میں فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا، مولانا بریلوی نے پہلا فتویٰ رضاعت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے فتویٰ دینے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے اور اس کا خاص خیال رکھا ہے کہ شریعت نے جہاں تک رعایت دی ہے رعایت دی جائے۔

فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت:

مولانا احمد رضا خان بریلوی فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے نہ صرف برصغیر بلکہ چین، افریقہ، امریکہ، ممالک عربیہ کے مرجع تھے، ان کے دار الافتاء میں ایک وقت میں چار چار اور پانچ پانچ سو فتوے جمع ہوجایا کرتے تھے، ان کے زمانے میں شاید ہی کوئی ایسا دار الافتاء عالم اسلام میں موجود ہو جہاں اس کثرت سے فتوے آتے رہے ہیں۔

فتویٰ نویسی کی خصوصیات:

مولانا بریلوی کے فتوؤں کی جہاں اور خصوصیات ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ جس زبان میں مستفتی نے سوال کیا اسی زبان میں اس کو فتویٰ دیا گیا حتی کہ منظوم استفتاء کے جوابات منظوم دیئے گئے۔

اسی طرح فتاوی رضویہ میں عربی، فارسی اور اردو کے منثور و منظوم فتوے موجود ہیں۔ بعض فتاویٰ تو اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کہے جاسکتے ہیں جن میں بیک وقت ڈیڑھ ڈیڑھ سو ماخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔

مولانا بریلوی سے جو مستفتی زبانی سوال کرتا اس کو اسی وقت زبانی جواب عنایت کرتے اور کبھی یہ نہ کہتے کہ دیکھ کر جواب دوں گا۔ ان کی قوت حافظہ حیرت انگیز اور محیر العقول تھی۔ ان کے سوانح نگاروں نے بہت سے مشاہدات قلم بند کیے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کا ایک دوبار پڑھ لینا ان کو مہینوں کے لیے کافی ہوتا اور حتی کہ متون کتاب تک محفوظ ہوجاتے۔ علالت کے زمانے میں پہاڑ (نینی تال) پر گئے ہوئے تھے کوئی کتاب پاس نہ تھی مگر پھر بھی ہر استفتاء کا جواب حوالوں کے ساتھ لکھتے رہے۔ علالت اور کتابوں سے دوری کے باوجود جو جواب عنایت کیا اس میں کتب فقہ وحدیث کے ۱۳۱؍حوالے موجود ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ان کے سامنے کتابیں مستحضر رہتی تھیں۔

> **مولانا بریلوی سے جو مستفتی زبانی سوال کرتا اس کو اسی وقت زبانی جواب عنایت کرتے اور کبھی یہ نہ کہتے کہ دیکھ کر جواب دوں گا۔ ان کی قوت حافظہ حیرت انگیز اور محیرالعقول تھی۔ ان کے سوانح نگاروں نے بہت سے مشاہدات قلم بند کیے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کا ایک دوبار پڑھ لینا ان کو مہینوں کے لیے کافی ہوتا اور حتی کہ متون کتاب تک محفوظ ہوجاتے۔ علالت کے زمانے میں پہاڑ (نینی تال) پر گئے ہوئے تھے کوئی کتاب پاس نہ تھی مگر پھر بھی ہراستفتاء کا جواب حوالوں کے ساتھ لکھتے رہے۔**

فقہی اور تصنیفی خدمات:

میدان تصنیف و تالیف میں مولانا بریلوی علیہ الرحمہ کا دوسرے مصنفین ومؤلفین سے موازنہ کرنے پر بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ان کے دور میں بلکہ ان سے پہلے کے ادوار میں بھی تحقیق وتدقیق اور کثرتِ تصانیف کے اعتبار سے امام موصوف یگانہ دکھتا تھے اور جامعیتِ علوم میں کوئی بھی عالم آپ کا مدمقابل نہ ٹھہرے گا۔

آپ نے ایک اندازہ کے مطابق ۵۰ سے زائد علوم وفنون پر تقریباً ایک ہزار (۱۰۰۰) مختلف کتب تصنیف کیں۔

حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے باوجود دیگر اپنی تصنیف المجمل المعدد المجدد میں ساڑھے تین سو کتابوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن امام احمد رضا کی تصنیفات کے ایک عظیم ذخیرہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ اس لیے کہ انہوں نے اپنے تئیں جملہ تصانیف کا تذکرہ کر ڈالا تھا مگر بعد میں انہیں ۹۶؍رسائل و کتب اور بھی ملے۔ اور انہوں نے تصریح فرمادی کہ فہرست ۱۳۲۷ھ تک کی بھی مکمل نہیں ہے بلکہ اس وقت جو کتابوں کے نام معلوم ہوسکے درج کردیے گئے۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا علیہ الرحمہ ۱۳۲۷ھ کے بعد تقریباً ۱۳؍سال تک باحیات رہے اور آپ کی زندگی کے آخری دور کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور آپ کی تصنیف وتالیف کا مصروف ترین دور تھا ہمہ وقت تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ رہتے۔ مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ ایک دن میں کئی سو سوالات پیش ہوتے جن کے جوابات پورے اہتمام سے بھیجوائے جاتے اور ایک ایک دو دو دن میں پورا رسالہ قلم بند کر دیا جاتا۔

تصانیف وشروح کے علاوہ ان کے بہت سے مقالات، مکتوبات، منظومات، تعلیقات، توضیحات، ملفوظات، تنقیدات، مکالمات اور موعظہ وغیرہ بھی ہیں جن کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں۔

امام رضا بریلوی کی یوں تو بکثرت تصانیف ہیں مگر چند مندرجہ ذیل تصانیف بعض حیثیات سے نہایت اہم ہیں:

۱-العطایا بالنبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ
۲-جد الممتار علی ردالمحتار
۳-الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ
۴-کفل الفقہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم
۵-کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن
۶-معین مبین بھر دور شمس و سکون زمین
۷-فوزمبین در رد حرکت زمین
۸-الکلمۃ الملھمہ فی الحکمۃالمحکمۃ
۹-امحجۃ المموتمنہ فی اٰیۃ الممتحنۃ

جن علوم وفنون کا امام احمد رضا کے قلم نے احاطہ کیا ہے وہ درج ذیل ہیں: (۱) تفسیر، (۲) اصول تفسیر، (۳) رسم خط قرآن، (۴) حدیث، (۵) اسانید حدیث، (۶) اصول حدیث، (۷) اسماء الرجال، (۸) جرح و تعدیل، (۹) تخریج حدیث، (۱۰) تجوید، (۱۱) اصول فقہ، (۱۲) رسم المفتی، (۱۳) فرائض، (۱۴) نحو، (۱۵) صرف، (۱۶) ادب، (۱۷) عروض، (۱۸) منطق، (۱۹) فلسفہ، (۲۰) فضائل، (۲۱) مناقب، (۲۲) سیر، (۲۳) تصوف، (۲۴) سلوک، (۲۵) اذکار، (۲۶) اخلاق، (۲۷) ہیئات، (۲۸) حساب، (۲۹) ریاضی، (۳۰) ہندسہ، (۳۱) تکسیر، (۳۲) جفر، (۳۴) لوکارثم، (۳۵) زیجات، (۳۶) جبرو مقابلہ، (۳۷) مثلث، (۳۸) ارتماطیقی، (۳۹) توقیت، (۴۰) نجوم، (۴۱) مکتوبات، (۴۲) ملفوظات، (۴۳) خطبات، (۴۴) مناظرہ، (۴۵) تاریخ۔

فقہ کے علاوہ ان تمام علوم پر مولانا بریلوی کی کتب کی تعداد ۵۴۳ ہے جب کہ فقہ کے موضوع پر اعلیٰ حضرت کی کتب کی تعداد ۲۵۴ ہے۔ اس طرح سے ان تمام کتب کی مجموعی تعداد ۷۸۸ بنتی ہے۔ جب کہ مزید کتب مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔

مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی بصیرت اور فقہی امتیازات و خصوصیات

عالم اسلام کی نابغۂ روزگار شخصیت دنیائے سنیت کا عظیم المرتبت تاجدار اسلام کے اجڑتے ہوئے گلستان کو نئی زندگی بخشنے والا، اپنے قلم کی تیغ برہان سے باطل پرست طاغوتی طاقتوں کا سرقلم کرنے والا عرب وعجم، حل وحرم میں دشمنان مصطفیٰ پر قہر و غضب کی بجلیاں گرانے والا، سرکار کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا ڈنکا پوری دنیا میں بجانے والا جسے دنیا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد دین وملت اور فاضل بریلوی جیسے عظیم القاب سے یاد کرتی ہے۔ جن کی عظمت شان، جلالت علمی اور تفقہ فی الدین کا اعتراف صرف غیر منقسم پاک و ہند کے معاصر علماء اور فقہاء ہی کو نہیں بلکہ حجاز مقدس کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر علماء مشائخ اور اصحاب افتاء و قضا نے بھی ان کی علمی برتری کے آگے سر تسلیم خم کیا اور پکارا ٹھے۔ **لوقیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقاً** ''وصدقاً'' اگر ان کے حق میں یہ کہا جائے کہ یہ اس صدی کے مجدد ہیں تو حق وصحیح ہے۔ **(جاری)**

raihanhams6@gmail.com

امریکی جمہوریت کس طرف جارہی ہے؟

اسد مرزا

'گزشتہ ہفتے امریکہ سے کچھ پریشان کن سیاسی پیش رفت کی خبریں سامنے آئیں۔ یہ خبریں سابق امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ سے متعلق ہیں جو کہ امریکہ کے پہلے ایسے صدر ہوگئے ہیں، جنھیں کسی قانونی عدالت نے مجرم قرار دیا ہے۔'

سابق امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کو 'ہش منی کیس' میں تمام 34 شقوں پر مجرم قرار دیا گیا ہے جس میں انہوں نے ایک مبینہ معاملہ کے بارے میں خاموشی اختیار کرنے کے لیے بالغ اداکارا سٹورمی ڈینیئلز کو 130,000 ڈالر کی ادائیگی کا احاطہ کرنے کے لیے کاروباری ریکارڈ میں بھی ہیرا پھیری کی تھی۔

اس چونکا دینے والے فیصلے کے اعلان کے فوراً بعد کئی امریکی ارب پتیوں نے، جن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے حالیہ برسوں میں ڈونالڈ ٹرمپ سے دوری اختیار کر لی تھی، انہوں نے حالیہ دنوں میں بالواسطہ طور پر ان کی حمایت کا ایک مرتبہ پھر اعادہ کیا ہے۔ ان میں بل ایک مین سے لے کر اسٹیو شوارز مین تک، امریکی ارب پتیوں بشمول ٹیک زار ایلون مسک نے سزا کے باوجود ٹرمپ کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

کچھ شخصیات جنہوں نے اب ٹرمپ کی حمایت کا وعدہ کیا ہے، ماضی میں 6 جنوری 2021 کو یو ایس کیپیٹل ہل پر ہونے والے حملے میں ان کے کردار پر انہیں عوامی طور پر مسترد کر چکے تھے، لیکن اب حالات بدل چکے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ وہ دوبارہ ان کے قریب آ گئے ہیں۔ ٹرمپ کے ساتھ ہونے والی سزا یا پر 6 جنوری کو امریکی کیپیٹل پر حملے سے لے کر ان کے خلاف تین دیگر مقدمات تک، نے وال اسٹریٹ کے بہت سے ارب پتیوں کو ان کی حمایت میں آنے سے نہیں روکا۔ جب کہ کچھ نے کہا ہے کہ وہ صدر جو بائیڈن سے مایوس ہیں، دوسروں نے کہا ہے کہ وہ ان کی صدارت میں ملک میں بڑھتی ہوئی سامیت دشمنی (Anti-Semitism) کے بارے میں فکر مند ہیں۔

گزشتہ ہفتے بلیک اسٹون کے شریک بانی اور سی ای او ارب پتی اسٹیو شوارز مین نے کہا کہ وہ ٹرمپ کی حمایت کریں گے اور انہیں عطیہ کریں گے۔ یاہو فنانس کے مطابق، بلیک اسٹون 144.27 بلین کی مارکیٹ کیپ کے ساتھ سرمایہ کاری اور رئیل اسٹیٹ کی ایک بڑی کمپنی ہے۔ اس کے زیر انتظام 1$ ٹریلین سے زیادہ کے اثاثے ہیں۔ 1789 کیپیٹل کے صدر عمید ملک نے بھی ٹرمپ کی حمایت کی ہے۔ وہ نیویارک میں ٹرمپ کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے والے رہنماؤں میں سے ایک ہیں جہاں ایک رپورٹ کے مطابق، 25 ملین ڈالر تک کے عطیات مانگے گئے تھے۔

Bigelow Aerospace and Budget Suites of America کے مالک رابرٹ Bigelow نے بھی ٹرمپ کی حمایت کی ہے۔ رائٹرز کے مطابق، اس نے ٹرمپ کو اپنی قانونی فیس کے لیے 1 ملین ڈالر بھی ادا کیے ہیں۔

ہیج فنڈ پرشنگ اسکوائر کے سی ای او ارب پتی بل ایک مین نے کہا ہے کہ وہ بائیڈن کو ووٹ نہیں دیں گے اور اشارہ دیا ہے کہ اب وہ ٹرمپ کی حمایت کر رہے ہیں۔ انہوں نے بائیڈن کی مذمت کی کیونکہ اسرائیل مخالف مظاہروں کی جو لہر پورے امریکہ میں پھیل گئی تھی، اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے صدر بائیڈن کے یہود مخالف ہونے پر ان کی تنقید کی ہے۔

جے پی مورگن کے چیئرمین اور سی ای او جیمی ڈیمن نے بھی حالیہ دنوں میں ٹرمپ کی حمایت کا عندیہ دیا ہے۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق، ٹرمپ کو سلیکن ویلی میں وینچر کیپیٹلسٹوں میں بھی تیزی سے حمایت مل رہی ہے، جو طویل عرصے سے ڈیموکریٹس کا گڑھ رہا ہے۔

سلیکون ویلی کے حامیوں میں ٹیسلا اور اسپیس ایکس کے باس ایلون مسک نمایاں ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ وہ 2024 کے امریکی صدارتی انتخابات میں بطور ایک امیدوار ٹرمپ کی حمایت کریں گے، وال اسٹریٹ جرنل نے اطلاع دی ہے کہ وہ حالیہ مہینوں میں ٹرمپ کے قریب ہو گئے ہیں اور وہ متعدد پرائیویٹ پروگرامز میں ان کی حمایت کرتے ہوئے شرکت کرتے نظر آئے ہیں۔

> **یہ موازنہ ھمیں اپنے ملک میں کئے گئے اس دعوے کی بھی یاد دلاتا ھے جب ھمارے وزیر اعظم نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ سوچتے ھیں کہ وہ حیاتیاتی طور پر پیدا نھیں ھوئے تھے۔ یعنی کہ ایک طریقے سے وہ اپنے آپ کو بھگوان ثابت کررھے تھے۔ درحقیقت، یہ دونوں موازنے اس پرانے قول کو ثابت کرتے ھیں کہ مذھب ھمیشہ اقتدار میں موجود بدمعاشوں کی آخری پناہ گاہ ثابت ھوتا ھے۔**

مسک جو ٹرمپ کے معروف حامی ہیں، کا خیال ہے کہ یہ سزا انصاف کے حقیقی حصول کے بجائے سیاسی بنیاد پر چلائی گئی تھی۔ یہ جذبہ ٹرمپ کے بہت سے حامیوں کے ردعمل کی بازگشت کرتا ہے جو رقم کی ادائیگی سے متعلق الزامات کو ایک معمولی جرم کے طور پر دیکھتے ہیں۔

ٹرمپ کی یہ اچانک حمایت کیوں؟

وفاداری کی یہ ظاہری تبدیلی ہمیں ان ارب پتیوں کے فیصلے کی بنیادی منطق پر بھی حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ اور ہمیشہ کی طرح جب آپ تہوں کو ہٹانا شروع کرتے ہیں تو پھر ہر اس غیر منطقی اقدام کی بنیاد یا دلیل پر حتمی جواب ملتا ہے: پیسہ یا معاشی فوائد۔ ٹرمپ نے امیروں کے لیے ذاتی انکم ٹیکس کم کرنے اور دیگر مالی ضوابط کو ختم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ جبکہ صدر جو بائیڈن اس کے برعکس معاشی پالیسیاں بنانا چاہتے ہیں۔

جب کہ کچھ ارب پتیوں نے بائیڈن کی پالیسیوں سے مایوسی اور ملک میں بڑھتی ہوئی سامیت دشمنی کو ٹرمپ کی حمایت کرنے سے انکار کرنے کی وجوہات کے طور پر بتایا ہے، مبصرین کے مطابق اس کی بڑی وجہ ٹرمپ کی مجوزہ ٹیکس میں کمی کرنے کی پالیسی ہے۔

ان میں سے کچھ کاروباری رہنماؤں نے حالیہ برسوں میں ٹرمپ پر سخت تنقید کی ہے۔ 6 جنوری کو امریکی کیپیٹل پر حملے کے بعد، جے پی مورگن کے باس ڈیمن نے کہا تھا کہ وہ ہمارے ملک کے دار الحکومت میں تشدد کی شدید مذمت کرتے ہیں اور ہمارے منتخب لیڈروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ تشدد کے خاتمے کا مطالبہ کریں اور انتخابی نتائج کو قبول کریں۔ بلیک اسٹون کے باس شوارز مین نے اسے جمہوری اقدار کی توہین قرار دیا تھا جسے ہم بطور امریکی بہت عزیز رکھتے ہیں اور بعد میں کہا تھا کہ وہ ٹرمپ کی حمایت کبھی نہیں کریں گے۔ تاہم، اب شوارز مین نے کہا ہے کہ بائیڈن کے ماتحت امریکہ 'غلط سمت' کی طرف جا رہا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ 'یہود دشمنی کے ڈرامائی عروج' نے انہیں ٹرمپ کی حمایت کرنے پر مجبور کیا۔

دی نیو ریپبلک میگزین میں اپنے تجزیے میں ٹموتھی نوح نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہود دشمنی کا مسئلہ مکمل طور پر ٹرمپ کی حمایت پر توجہ نہیں دیتا، کیونکہ وہ برسوں سے اس تحریک سے وابستہ ہیں۔ وٹنی ٹلسن، جو پہلے ہیج فنڈ کیس کیپٹل مینجمنٹ چلاتے تھے، نے بلومبرگ کو بتایا کہ کاروباری رہنما ٹرمپ کی حمایت خود غرضی کی بنیاد پر کر رہے ہیں اور اس کی ظاہری وجہ اپنے منافع میں اضافہ کرنا ہے۔

دریں اثنا ایک عجیب وغریب اور متعلقہ پیشرفت میں جب ٹرمپ نے اس مقدمے کے دوران اپنا موازنہ سینٹ مدر ٹریسا سے کیا اور الزامات کو 'دھاندلی زدہ' قرار دیا تو اس نے پوری دنیا کو چونکا دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ''مدر ٹریسا ان الزامات کو شکست نہیں دے سکتی تھیں۔ الزامات دھاندلی کے ہیں۔ پوری چیز دھاندلی پر مبنی ہے۔'' یہ تبصرے اس وقت سامنے آئے جب وہ مقدمے کی سماعت ختم ہونے کے بعد عدالت سے باہر نکل رہے تھے۔ یہ موازنہ ہمیں اپنے ملک میں کئے گئے اس دعوے کی بھی یاد دلاتا ہے جب ہمارے وزیراعظم نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ سوچتے ہیں کہ وہ حیاتیاتی طور پر پیدا نہیں ہوئے تھے۔ یعنی کہ ایک طریقے سے وہ اپنے آپ کو بھگوان ثابت کر رہے تھے۔ درحقیقت، یہ دونوں موازنے اس پرانے قول کو ثابت کرتے ہیں کہ مذہب ہمیشہ اقتدار میں موجود بدمعاشوں کی آخری پناہ گاہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ مذہب ان کے مخالفین اور عالمی طاقتوں کی تنقید کے خلاف ان کو ایک طرح کی قانونی حیثیت اور پردہ پوشی فراہم کرتا ہے۔ یہ اس نظریے کی مزید تصدیق کرتا ہے کہ سیاسی اشرافیہ اپنے سیاسی فائدے کے لیے مذہب کا استعمال کس طریقے سے کرتی ہے۔ تاہم سزا سنائے جانے کے باوجود، ٹرمپ، جوفی الحال 2024 میں دوبارہ انتخاب کے لیے مہم چلا رہے ہیں، صدر بننے اور منتخب ہونے دونوں کے اہل ہیں۔ ٹرمپ نے خود اس فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ آئندہ صدارتی انتخابات میں امریکی عوام حقیقی فیصلہ سنائیں گے۔ اب تک کے بیشتر سروے یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ ٹرمپ امریکی صدارتی انتخاب جیت سکتے ہیں۔ یہ پورا واقعہ اور اس سے منسلک پیش رفت ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ کیا واقعی امریکی جمہوریت زوال پذیر ہے اور غیر منطقی بنتی جا رہی ہے؟

asad.mirza.nd@gmail.com